

مولانا طہا طہائی فرماتے ہیں : جملوں کی ترکیب میں تماثل اور لفظوں کی نشست میں حسنِ تقابل کی مثالیں شاذ ملتی ہیں۔ اُردو میں یہ شعر بھی اس تماثل و تقابل کی نہایت نادر مثال ہے۔

۱۱، ۱۲۔ لغات۔ مدعا طلبی : مقصد حاصل کرنا، مطلب برآری۔

سفینہ : کشتی۔

شرح : جس فغاں سے آفتاب میں شگاف پڑ جائے، وہ محبوب کے دل میں خس کے برابر بھی نہیں سمجھی جاتی، یعنی اس کی حیثیت بیچ ہے، کیونکہ خس یعنی تنکا بالکل بے حقیقت شے ہے۔

وہ جادو مقصد حاصل کرنے میں کچھ کام نہیں دے سکتا، جس کے زور سے سراب میں کشتی چلائی جاسکے۔

مطلب یہ ہے کہ جن تدبیروں کو زور اور تاثیر کے اعتبار سے غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔ مثلاً مزاید و فغاں آفتاب میں شگاف پیدا کر دیتی ہے، حالانکہ یہ بدایہٴ غیر ممکن ہے اور سراب میں کشتی چلائی جاسکتی ہے، حالانکہ اس کا بھی کوئی امکان نہیں، ایسی پُر زور اور پُر تاثیر تدبیریں بھی نہ محبوب کے دل پر کوئی اثر رکھتی ہیں۔ نہ ان سے مطلب برآری کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

۱۳۔ شرح : اے غالب ! شراب تو چھوٹ گئی، اس کا بالالتزام پینا تو ختم کر دیا، لیکن اب بھی کبھی پی لیتا ہوں۔ پینے کے دو موقع ہیں۔ دن کے وقت، جب ابر چھایا ہوا ہو اور ترشح ہو رہا ہو۔ رات کو، جب چاندنی چھٹکی ہوئی ہو۔

بادل اور برسات کے موقع پر پینے کا ذکر غالب کی زبان سے پہلے بھی آ چکا ہے، یعنی :

بہارِ مہند بود برشکال ہاں غالب !

دریں خزاں کمرہ ہم موسمِ شرابِ بے بہت